انعامی سلسلہ
ترغیب مطالعہ سیرت معصومینؑ

زمانۂ غیبت میں ہماری ذمے داری

از

آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ دام ظلہ

ترجمہ

مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی قمی

ناشر

دانشگاہِ امام صادقؑ

پوسٹ بکس نمبر: ۲۱۳۵۔ کراچی ۷۴۶۰۰

جواب دیجیے' انعام لیجیے

اس کتابچے کے آخر میں سوالات دیے جارہے ہیں' ذیل میں دیے گئے قواعد کے مطابق' ان سوالات کے جواب دیجیے اور انعام لیجیے۔

انعامات

تمام سوالات کے صحیح جواب دینے والے پانچ افراد کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کر کے انہیں مبلغ پانچ پانچ سو روپے نقد' اور ان کے علاوہ مزید ۵۰ افراد کا بذریعہ قرعہ اندازی انتخاب کے بعد انہیں ایک نفیس کتاب بطور انعام دی جائے گی۔

قواعد اور تفصیلات

۱- تمام سوالات کے جواب کتابچے ہی سے دیے جائیں' جس کے لئے کتابچے کا بغور مطالعہ ضروری ہے۔ ان مقابلوں کا مقصد مطالعے کا فروغ اور آپ کی دینی معلومات میں اضافہ کرنا ہے لہٰذا مضمون کا خود مطالعہ کر کے جواب دیجیے' یہ آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

۲- ہر سوال کے نیچے تین جواب دیے جارہے ہیں' مضمون کی روشنی میں ان میں سے صحیح جواب کے سامنے (✓) کا نشان لگایئے اور ان نشانات کو صفحۂ آخر پر موجود جوابنامے کے خانوں میں منتقل کر کے رجسٹریشن فارم کے ساتھ صرف یہی صفحہ ہمارے پتے پر ارسال کیجیے۔

۳- جوابنامہ اس طرح ارسال کیا جائے کہ وہ ۱۵ رمضان ۱۴۲۴ھ تک ہمارے پتے پر پہنچ جائے۔

۴- جوابنامے کے ساتھ چار روپے مالیت کے ڈاک ٹکٹ لگے خالی لفافے پر اپنا پتا لکھ کر ارسال کیجیے تاکہ مقابلے کا نتیجہ آپ کے پتے پر بھیجا جاسکے۔

۵- نتائج کا اعلان ۲۵ شوال ۱۴۲۴ھ کو کیا جائے گا۔

۶- جوابنامے کی فوٹو کاپی بھی قابل قبول ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

زمانۂ غیبت میں ہماری ذمے داری

امام مہدیؑ کا روزِ ولادت

ہم امام مہدیؑ کے ماننے والے ہیں اور ان کے منتظر۔ البتہ ہمارا انتظار نہ ہی غافلوں کا سا انتظار ہے' نہ راحت و آرام طلب افراد کا سا انتظار' اور نہ ہی مایوس' خستہ دل اور تھکے ماندے افراد جیسا انتظار' بلکہ ہمارا انتظار ذمے دار اور اپنے فریضے سے باخبر لوگوں کا سا انتظار ہے کیونکہ ہمارے اسلامی عقیدے کی رو سے انتظار ایک ایسی ذمے داری ہے جس کی معنوی خوشبو کے ساتھ ہم آج زندگی بسر کر رہے ہیں اور جس کی مہک کے پھیل جانے کے آئندہ منتظر ہیں۔

ہم سب اپنے امام کی زیارت کے مشتاق ہیں' خداوندِ عالم کی بارگاہ میں دستِ دعا پھیلا کر کہتے ہیں کہ: بارالہا! ان کے ظہور میں تعجیل فرما۔ انتہائی عشق و محبت کے ساتھ ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور شاید آپؑ کے دیدار کے شوق میں آنکھوں سے اشک بھی بہاتے ہوں۔ البتہ یہ سب باتیں ہمارا انقلابی کردار نہیں ہیں۔ ہمارے لئے اہم بات یہ ہے کہ ہم سچے مسلمان اور اہلِ بیتؑ کی راہ کے پیروکار بنیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے ہمارے لئے جو دو خطوط متعین کئے ہیں اور ان کی امت کو جن کا پابند ہونا چاہئے' ہم پر لازم ہے کہ انہی خطوط پر قدم بڑھائیں۔

دین میں یہ دونوں خط ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اور دین پر کاربند افراد کیلئے بھی لازم ہے کہ ان کے فکر و شعور میں بھی یہ دو خطوط ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ رسولِ مقبولؐ کا ارشاد ہے:

''انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیرا خبرنی

انهما لن يفترقا حتى يردا علي الحوض فانظروا ماذا تخلفوني فيهما." (بحارالانوار- ج ۲۳- باب ۷- روایت ۱۲- ص ۱۰۸)

''میں دو گراں قدر چیزیں تمہارے درمیان چھوڑ کے جا رہا ہوں (ایک) کتاب خدا ہے' جو آسمان سے زمین تک آویزاں ایک رسی ہے اور (دوسرے) میرے اہل بیت۔ خداوند لطیف و خبیر نے مجھے مطلع کیا ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے' یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس پہنچیں' لہٰذا خیال رکھنا کہ ان دونوں کے بارے میں میری مخالفت نہ ہو۔''

اپنے مسلکی اختلاف کے باوجود' تمام مسلمانوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ حدیث ہم سے کہتی ہے کہ دین میں قرآن اور اہل بیت ہمیشہ ساتھ ساتھ ہمسفر رہیں گے۔ اس حدیث کے یہ الفاظ کہ ''ایک ایسی رسی جو آسمان سے زمین تک آویزاں ہے'' کتاب خدا قرآنِ مجید کی جانب اشارہ ہے' جو پوری زمین پر اپنا سایہ کیے ہوئے ہے' کیونکہ یہ کلام الٰہی اور وحی خداوندی ہے۔ کتاب خدا اپنی فکر' احکام' اسلوب عمل اور انقلابی روش پر مشتمل مواد کے اعتبار سے رسالت ہی کی راہ ہے' جبکہ اس راہ رسالت کی رہبری اور قیادت عترت کے ہاتھ میں ہے۔ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ:

''بني الاسلام على خمس' على الصلاة والزكات والصوم والحج والولاية ولم يناد بشي كمانودي بالولاية.''

(بحارالانوار- ج ۶۸- باب ۲۷- روایت ۱- ص ۳۲۹)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز' زکات' روزہ' حج اور ولایت۔ اور جس قدر ولایت کے بارے میں متوجہ کیا گیا ہے اس قدر کسی اور چیز کی دعوت نہیں دی گئی۔''

ولایت دین کے ستونوں میں سے ہے

ولایت' مسئلۂ رہبری کو تجسم عطا کرتی ہے' اور رسول مقبولؐ اسی طرح تمام معنی میں اس کے مالک تھے جس طرح آپ علم' عصمت اور عمل کے میدانوں میں مکمل حیثیت کے حامل تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی مختلف احادیث میں حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا ہے کہ: انـــا

مدینة العلم و علی بابها (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ہیں)۔ جبکہ اس حوالے سے خود حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ علمنی رسول اللہ الف باب من العلم فتح من کل باب الف باب (رسول اللہ نے مجھے علم کے ہزار باب سے آگاہ کیا اور ہر باب سے میرے لئے مزید ہزار باب کھولے)

آنحضرتؐ نے فرمایا: یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی (اے علیؑ! آپ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی' سوائے اسکے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں)

اور خداوند متعال نے تمام اہل بیت کے بارے میں فرمایا ہے: اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جیسا پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ سورہ احزاب ۳۳۔ آیت ۳۳)

پس عترت (دراصل) قیادت اور رہبری ہے۔ رہبری اور قیادت کی دو قسمیں ہیں (ایک) حاضر اور موجود قیادت' جیسے امام علیؑ اور ان کے فرزندوں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تک کی رہبری۔ اور (دوسری) پوشیدہ اور غائب رہبری' جو ہمارے زمانے میں غیبت میں ہے اور مستقبل میں ظاہر ہوگی۔ اور یہ امام زمانہ کی رہبری ہے۔ آپ کی غیبت' غیبت حضور ہے' مکمل طور پر غیبت نہیں۔ اگرچہ ہم آپ کے حضور اور موجودگی کو اپنے اعضائے جسمانی سے محسوس نہیں کرتے لیکن اپنے ضمیر و وجدان میں اچھی طرح اسے محسوس کرتے ہیں۔ مختلف روایات کے مطابق' ہماری دنیا پر امام مہدیؑ کی تاثیر' بادلوں کے پیچھے پوشیدہ سورج کی دنیا پر تاثیر کی مانند ہے۔ لہٰذا جب پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں کہ: فانهما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض (یہ دونوں (قرآن اور اہل بیت) ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے' یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس پہنچیں) تو اسکے معنی یہ ہیں کہ قرآن اور عترت ایک دوسرے کے ہمراہ اور ساتھ ساتھ ہیں۔ لہٰذا ہم ایسا نہیں کرسکتے کہ قرآن سے تو وابستہ رہیں اور اہل بیتؑ کا دامن چھوڑ دیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ عترتؑ کا دامن تو تھام لیں اور قرآن سے دور ہو جائیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ ہم اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ دین (رسالت) کی عظمت اس کے متحرک

ہونے اس کے کارآمد ہونے اور اس کی قیادت سے وابستہ ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ لہٰذا اگرچہ ہم امام مہدیؑ کی غیبت کے دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن دین اور اس میں اہل بیتؑ کے مقام کے پیش نظر ہر لحظہ آپؑ کے نورانی حضور کا احساس ہمارے ساتھ ہوتا ہے اور آپؑ مستقبل میں جس عظیم پروگرام کو عملی شکل دیں گے ہم اس میں انہیں بخوبی درک کرتے ہیں۔

اہل بیتؑ کا اسلوب

عصر حاضر میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اہل بیتؑ کے اسلوب کے مطابق اسلام کے پابند ہوں۔ اہل بیتؑ کا اسلوب کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ سے جدا نہیں۔ لہٰذا اہل بیتؑ اسلام سے ہٹ کر اس سے علیحدہ کوئی دوسری اضافی خصوصیت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنی آغوش میں مکمل اور پورے کے پورے اسلام کی پرورش کی ہے نہ اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ کیا ہے اور نہ کوئی کمی کی ہے۔ کیونکہ کتاب الٰہی اور سنت پیغمبرؐ میں موجود اسلام پورا کا پورا تعلیمات الٰہی پر مشتمل ہے اور ہم اچھی طرح اس بات سے واقف ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے نہ اس میں کسی ایک بھی لفظ کا اضافہ کیا ہے اور نہ ہی کوئی ایک بھی لفظ اس سے کم کیا ہے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ (اور اگر (یہ پیغمبر) ہماری طرف سے کوئی بات گڑھ لیتا تو ہم اس کے ہاتھ کو پکڑ لیتے اور پھر اس کی گردن اڑا دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے (اس سزا سے) بچانے والا نہ ہوتا۔ سورہ حاقہ ۶۹ - آیت ۴۴ تا ۴۷)

پیغمبر اسلامؐ نے کبھی ایسا کوئی کام نہیں کیا لیکن خداوند عالم پیغمبر اسلامؐ سے یہ فرما کر دراصل دوسرے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اگر میرا حبیب اور سرور کائنات بھی ایسا کرتا تو ہم اس کے ساتھ یہ سلوک کرتے۔ پس تم کس طرح اسلام میں سے ایک لفظ بھی کم کر سکتے ہو یا اس میں کسی ایک لفظ کا بھی اضافہ کر سکتے ہو جبکہ خداوند عالم نے فرمادیا ہے کہ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا (آج ہم نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ سورہ مائدہ ۵ - آیت ۳)

دوستو! پس اہل بیت کی روش کے مطابق اسلام نے ہماری وابستگی کے لئے ضروری ہے کہ ہم کتاب خدا کو پورا پورا تھام کے رکھیں' اس سے ایک حرف بھی کم نہ کریں' ایسا نہ ہو کہ اسکے کسی ایک حصے پر تو ایمان رکھیں اور اسکے کسی دوسرے حصے کے منکر ہو جائیں۔ ایسا حصہ جو ہماری سوچ کے مطابق ہو اس پر تو عمل کریں اور جو ہماری سوچ کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دیں۔ ہمیں چاہئے کہ پورے قرآن کریم کو تھام کے رکھیں اور ظواہر قرآن جنہیں خداوند عالم نے لوگوں کے لئے نازل کیا ہے ان پر عمل کریں' یہاں تک کہ انہیں گہرائی کے ساتھ سمجھنے لگیں۔

یہ کتاب اس لئے نازل نہیں کی گئی ہے کہ ایک سربستہ راز اور علامتی کتاب کی حیثیت سے باقی رہے اور نہ ہی اسلئے نازل ہوئی ہے کہ لوگ اسے سمجھ ہی نہ سکیں۔ بلکہ یہ کتاب نور ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تمہارے پاس خدا کی جانب سے نور اور واضح کرنے والی کتاب آ چکی ہے' جس کے ذریعے خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کی سلامتی کے راستوں کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر اپنے حکم سے روشنی کی طرف لے آتا ہے۔ سورۂ مائدہ ۵- آیت ۱۵ اور ۱۶)

اس بنیاد پر یہ کتاب انوارِ حقیقت ہے اور روشنی کیلئے کسی اور نور کی محتاج نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے گروہ اپنے دلوں میں تاریکی لئے کتابِ خدا کا مطالعہ کرتے ہیں'' اسی لئے وہ قرآن کے ظواہر اور اسکے معنی سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اسکے باوجود وہ اس نور کو ختم نہیں کر سکے کیونکہ اس کتاب کا نور ان تمام تاریکیوں اور تیرگیوں کو چیرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

کتاب وعترت سے وابستگی

دوستو! امام مہدیؑ سے وابستگی کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم کتاب خدا سے وابستہ ہوں اور قرآن کریم ہماری زندگی کی سب سے عزیز متاع ہو یہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہو جائے' ہم اسکی قرائت کریں' اس میں تدبر کریں اور اس پر عمل کریں۔ ہمیں چاہئے کہ تہذیب' سیاست' معیشت' معاشرت' جنگ اور صلح کے میدانوں میں قرآن کریم کو اپنا رہنما قرار دیں۔ کیونکہ قرآن تمام بنیادی اور اہم امور پر مشتمل ہے' انہیں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

(پھر ہم پر یہ بھی) لازم ہے کہ عترت پیغمبرؐ سے وابستہ ہوں' وہ جو کتاب خدا اور پیغمبر سے پوری طرح وابستہ ہیں۔ ان کے پاس جو کچھ ہے وہی ہے جو رسول خداؐ کے پاس تھا۔ ان کا کلام کلام پیغمبر کی مانند ہے' ان کی سیرت' ہو بہو سیرت رسولؐ ہے۔ لہٰذا ہمیں آل رسول کی تعلیمات کا جائزہ لینا چاہئے' انہوں نے ہمارے لئے جو علمی اور عملی میراث چھوڑی ہے' ہمیں چاہئے کہ انتہائی غور کے ساتھ اسکا مطالعہ کریں۔

دوستو! ہم سمجھتے ہیں کہ باوجود یہ کہ ہم اہل بیتؑ کے مصائب پر گریہ وفغاں کرتے ہیں اور ان کی خوشی پر اظہار شادمانی کرتے ہیں لیکن اب تک ہم نے اہل بیتؑ کے راز کو نہیں پایا ہے اور ہم تاہنوز ان کے تربیتی اسلوب' ان کے سیاسی اور اخلاقی خطوط' اور ان کی طرف سے تاکید کردہ اصول واقدار کو سمجھ نہیں سکے ہیں۔ ہم نے ذمے داری کے ساتھ اہل بیتؑ کے راستے پر گامزن ہونے کی بجائے' ان پر صرف اشک بہائے ہیں اور خوشیوں کے مواقع پر ان کے لئے اظہار مسرت کیا ہے اور انہیں صرف اپنے اذہان تک محدود رکھا ہے۔

نظریاتی اور عملی خطوط (lines)

ہمیں چاہئے کہ اہل بیتؑ کی روش اور اسلوب عمل کی روشنی میں کتاب' نبوت اور امامت جیسے مفاہیم کو سمجھیں' تا کہ نظریاتی اور عملی خطوط (lines) ایک دوسرے کو مکمل کریں۔ کیونکہ اگر نظریہ عمل میں نہ ڈھلے تو زندگی میں جامہ عمل نہیں پہنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے ہمیں کتاب سے وابستگی کا حکم دیا ہے اور پیغمبر ہمیں کتاب کی تعلیم دینے کیلئے آئے ہیں۔ کتاب نظریاتی خط (line) ہے جبکہ عترت' عملی خط (line)۔ لہٰذا ہمیں ہمیشہ اور ہر آن کتاب' سنت اور عترت کو پیش نظر رکھتے ہوئے' ان کی دکھائی ہوئی راہ پر گامزن رہنا چاہئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام شیعوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں' سوائے اس شخص کے جو خوف خدا رکھتا ہو اور اسکا مطیع وفرمانبردار ہو۔ اے جابر! ہمارے شیعہ تو صرف اپنی تواضع وانکساری' امانتداری اور راست گوئی سے پہچانے جاتے ہیں۔ کیا شیعیت کے دعویدار شخص کیلئے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ ہم اہل بیت سے محبت رکھتا ہے؟ کیا ایک انسان کے لئے محض یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں علی سے محبت کرتا ہوں اور ان کی ولایت کا مطیع ہوں لیکن عملاً بالکل ناکارہ ہو؟ پس اگر کوئی یہ کہے کہ میں (علی سے بھی افضل

ہستی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں' لیکن آنحضرتؐ کے بتائے ہوئے راستے پر نہ چلے' ان کی سنت پر عمل نہ کرے' تو پیغمبر سے اسکی یہ محبت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ پس خدا سے ڈرو' اور جو چیز خدا کے پاس ہے اسکے لئے عمل کرو۔ خدا اور کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔ خدا کے نزدیک محترم ترین اور محبوب ترین بندہ وہ ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ متقی' پرہیزگار اور مطیع و فرمانبردار ہو۔ اے جابر! اطاعت کے سوا کوئی اور ایسا وسیلہ نہیں جس سے خدا کا قرب حاصل کیا جاسکے۔ اور تمہارا صرف ہمارے ساتھ ہونا آتش جہنم سے تمہاری امان کے لئے کافی نہیں۔ اور کوئی خدا پر حجت نہیں رکھتا۔

یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: من کان للہ مطیعا فھو لنا ولی' ومن کان للہ عاصیاً فھولنا عدو' ماتنال ولا یتنا الا بالورع (پس جو کوئی خدا کا اطاعت گزار ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو کوئی خدا کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہماری ولایت' تقویٰ اور پرہیزگاری کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ کافی۔ ج ۲۔ ص ۷۴۔ روایت ۳)

خدا کی طرف دعوت

آج کے دور میں ہمیں چاہئے کہ اپنی تربیت کریں' تاکہ اپنے قلوب' اذہان' ہستی اور اپنے اعمال کو اس بنیاد پر استوار کریں۔ اسکے بعد ہمیں چاہئے کہ اپنے آپ کو لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینے والا بنائیں۔ ہم خود اسلام کو سمجھیں اور اسلامی معاشرے میں لوگوں کو اس کی طرف بلائیں' تاکہ اسلامی معاشرے کو گمراہی اور کفار کے حملوں سے محفوظ رکھ سکیں۔

ہمیں چاہئے کہ اسلامی معاشرے سے باہر بھی لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ کیونکہ دورِ حاضر میں اگر اسلام کو اچھے انداز سے پیش کیا جائے' اسکے مفاہیم صحیح طرح بیان کئے جائیں' انسانوں کو اسلام کی خوبیوں سے روشناس کرایا جائے اور خود ہم اسکی بہترین مثال بنیں تو لوگوں کی ایک بڑی تعداد کا اسلام کی طرف آنا ممکن ہے۔ خداوند عالم بھی ہم سے اسی کردار کا مطالبہ کرتا ہے: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے' نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے۔ اور ایسے ہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔ سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۱۰۴)

اسلامی سماج میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت اور اسلامی معاشرے سے باہر لوگوں کو اسلام سے روشناس کرانا اس کا حلقہ بگوش بنانا ہر مسلمان کے لئے ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ کیونکہ مشیت الٰہی یہی ہے کہ اسلام دین زندگی بنے اور دنیا کا اختتام اسی دین پر ہو۔ ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج ہم نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ سورۂ مائدہ ۵- آیت ۳)

حدیث میں بھی آیا ہے کہ حلال محمد حلال الی یوم القیامة' وحرام محمد حرام الی یوم القیامة (محمد کا حلال قرار دیا ہوا روز قیامت تک حلال ہے اور محمد نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے وہ روز قیامت تک حرام ہے)۔ بس ہمیں چاہئے کہ علمی اور تمدنی میدانوں میں اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کریں تا کہ اچھے داعیٔ اسلام بن سکیں۔ درحقیقت اسلام کی راہ پر چلنا اسی کو کہتے ہیں' کیونکہ یہ جدوجہد ایک فرد کے لئے نہیں' بلکہ نفاذ دین کیلئے قدم بڑھانا ہے۔ امام بھی دین سے جدا کوئی ہستی نہیں' بلکہ خود دین کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کتاب صامت ہے تو پیشوایان معصوم قرآن ناطق۔

اب ایک اور کردار (role) کا ذکر کرتے ہیں اور وہ ہے انسانی معاشرے میں ہمارا کردار۔ امام زمانہ کی تحریک کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ آپ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پُر کر دیں گے جیسے وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔

درج ذیل آیہ شریفہ کے جامۂ عمل پہننے کے باب میں اور اسکے پیغامات پر مشتمل بہت سی احادیث نقل ہوئی ہیں' جن میں مستقبل میں امام زمانہ کے قیام کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے:

''وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ☆ وَ نُمَکِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ۔''

''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں۔ اور

انہی کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں
کو انہی کمزوروں کے ہاتھ سے وہ منظر دکھائیں جس سے یہ خوفزدہ ہیں۔"
(سورۂ قصص ۲۸- آیت ۵ اور ۶)

اگرچہ اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے مستضعفین (downtrodden) کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس طرح خداوند عالم نے اپنی ایک سنت کا تذکرہ کیا ہے۔ سنت الٰہی یہ ہے کہ وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مستکبرین (arrogants) مستضعفین (محروم اور بے کس لوگوں) پر مسلط ہو جائیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مستضعفین پر احسان کرے تاکہ وہ زمین کے وارث بن جائیں۔

مذکورہ آیت سے ملتی جلتی ایک اور آیت بھی موجود ہے جس میں ارشاد الٰہی ہے کہ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ سورۂ انبیاء ۲۱- آیت ۱۰۵)

یہ آیۂ کریمہ اگرچہ ایک خاص دور میں جزوا عملی طور پر ظاہر ہوئی لیکن اس میں مستقبل کے حوالے سے گفتگو ہے اور اس میں بیان شدہ حقیقت دنیا کے اختتامی مراحل میں پوری طرح ظاہر ہوگی۔

عدل وانصاف کے سپاہی بنئے

خداوند عالم ہم سے چاہتا ہے کہ ہم عدل و انصاف کے سپاہی بنیں اور مستضعفین کی حمایت میں مستکبروں کے خلاف جدوجہد کریں۔ کیونکہ خداوند عالم نہیں چاہتا کہ مستضعفین اپنے آپ کو حقیر شمار کریں اور ہم سے بھی نہیں چاہتا کہ ہم مستضعفین کو مستکبرین کے چنگل میں پھنسا چھوڑ دیں۔

اوّل الذکر پہلو کے بارے میں خداوند متعال فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً

وَلا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلاً ☆ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَکَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (جن لوگوں کو ملائکہ نے اس حال میں اٹھایا کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے تھے' ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے' انہوں نے کہا کہ ہم زمین میں کمزور بنا دیئے گئے تھے' ملائکہ نے کہا کہ کیا خدا کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم ہجرت کر جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین منزل ہے' علاوہ ان کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کے جن کے اختیار میں کوئی تدبیر نہ تھی اور وہ کوئی راستہ نہیں نکال سکتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو عنقریب خدا معاف کر دے گا' کہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ سورہ نساء ۴ - آیت ۹۷ تا ۹۹)

لہٰذا کمزور بنایا گیا ایسا شخص' جو اپنی اس حالت سے چھٹکارا پا سکتا ہو' اور اپنی کمزوری سے نجات حاصل کر کے' طاقتور بن سکتا ہو' اور اس تازہ قوت کے ذریعے مستکبروں سے مقابلہ کر سکتا ہو' اگر وہ مستکبروں کے تسلط کے زیر اثر گمراہی میں مبتلا ہو جائے تو خدا کی بارگاہ میں اسکا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

جبکہ دوسری آیت ہمیں مستضعفین کی حمایت میں جنگ کی دعوت دیتی ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (اور آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان مردوں' عورتوں اور بچوں کے لئے جہاد نہیں کرتے جنہیں کمزور بنا کر رکھا گیا ہے۔ سورہ نساء ۴ - آیت ۷۵)

ہم جانتے ہیں کہ اسلام کے مقاصدِ عالیہ میں سے ایک مقصد' مستضعفین کی حمایت میں جنگ بھی ہے۔ لہٰذا خداوند عالم ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ مستضعفین (حتیٰ بعض مواقع پر غیر مسلم مستضعفین) کو نجات دلانے کے لئے جنگ کریں۔ کیونکہ دنیا بھر میں استکبار' اور برتری و تسلط طلبی کا مسئلہ ایک باہم مربوط مسئلہ ہے۔ استکبار کا ایک خطۂ زمین پر قوت حاصل کرنا' دوسرے خطۂ زمین پر اسکے طاقتور ہونے کا سبب ہوتا ہے اور ایک سرزمین پر مستضعفین کی کمزوری و ناتوانی دوسری سرزمین پر ان کی کمزوری اور ناتوانی کا سبب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اسلام ہر قسم کے ظلم وستم کی نفی کرتا ہے' اسکی مذمت کرتا ہے' چاہے یہ ظلم وستم کسی کافر ہی پر کیوں نہ ہو رہا ہو۔

اصول کافی میں ایک امام معصومؑ سے مروی ہے کہ: اوحی اللّٰه الی نبی فی مملکة جبار من الجبارین ات هذا الجبار و قل له انی استعملک لتکف عنی اصوات المظلومین فان لم ادع ظلامتهم ولو کانوا کفاراً (اللہ رب العزت نے ایک

ظالم کی مملکت میں زندگی بسر کرنے والے اپنے ایک نبی پر وحی کی کہ اس ظالم کے پاس جاؤ' اور اس سے کہو کہ میں تجھے ایسا کام دیتا ہوں کہ تو مظلوموں کی صدا مجھ تک نہ پہنچنے دے کیونکہ میں ان کی داد و فریاد سن کر اطمینان سے نہیں بیٹھ سکتا' ہر چند وہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہوں)

لہٰذا مرد مسلمان کو کفار پر (بھی) ظلم سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یعنی اگر آپ پر کسی کافر کا حق واجب الادا ہے' تو اسکے حق کو معمولی نہ سمجھیں' اسکی حق تلفی نہ کریں۔ ہاں! اگر وہ کافر محارب (مسلمانوں سے حالت جنگ میں) ہو یا مفسد فی الارض ہو تو بات دوسری ہے' اس سے جنگ کرنا چاہئے۔ لیکن عام زندگی میں اگر کافر آپ پر کوئی حق رکھتا ہو تو جائز نہیں ہے کہ آپ اسکے حق کی ادائیگی میں رکاوٹ حائل کریں۔

دوستو! دور حاضر' جس میں عالمی استکبار (مسلم یا غیر مسلم) مستضعفین عالم پر مسلط ہو کر ان کی قسمتوں کا فیصلہ کر رہا ہے' ہمیں چاہئے کہ سیاسی' اقتصادی' اور سیکیورٹی کے پہلوؤں سے اس مسئلے کا حل تلاش کریں' اور اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم کس طرح مستکبرین کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مستکبرین کے استکبار کو اس طرح سرنگوں کریں کہ وہ پھر مستضعفین عالم پر کسی قسم کا تسلط نہ رکھ سکیں اور قوموں کا مال و دولت نہ لوٹ سکیں' ان کے امن وسکون سے نہ کھیل سکیں' ان کے سیاسی حقوق غصب نہ کر سکیں' انہیں سیاست سے کنارہ کش نہ کر سکیں اور اقتصادی سیاسی اور عسکری مسائل میں ان کی آزادی اور خود مختاری کو نہ چھین سکیں۔

استکبار چاہتا ہے کہ ہم سب پر اپنا تسلط قائم کر لے۔ لہٰذا استقلال اور خود مختاری آج کے عظیم اسلامی مقاصد میں سے ہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ مستکبرین کا قلع قمع کر دیں تاکہ ایک منصفانہ آزادی کے سائے میں زندگی بسر کر سکیں۔

دوستو! جن مشکلات کا ہمیں آج سامنا ہے' ان کا حجم دیکھتے ہوئے (بالخصوص وہ حالات جن سے آج پوری دنیا دوچار ہے) مستضعفین کو چاہئے کہ وہ اپنے تقدیر ساز مسائل میں ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد قائم کریں' اور باہم متحد ہو کر استکبار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ ان حالات میں استکبار کو شکست دینے کے لئے مسلم اور غیر مسلم مستضعفین کا مشترکہ محاذ بھی وجود میں آ سکتا ہے۔ اگر ہم کسی ایک خطہ زمین پر مستکبرین کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں' تو یہ عمل دوسرے خطہ ہائے زمین پر مستکبرین کو شکست دینے میں مددگار ثابت ہوگا۔

اتحاد کے سلسلے میں امام خمینیؒ کی آواز

ہمیں اس بارے میں سوچ بچار کرنا چاہئے کہ مستضعفین عالم کا اتحاد کس طرح عمل میں آسکتا ہے۔ امام خمینیؒ انتہائی اعلیٰ سیاسی شعور کے حامل انسان تھے۔ آپ غیر مسلموں کے مقابل مسلمانوں کی صورتحال اور مستکبرین کے مقابلے میں مستضعفین کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے۔ آپ نے اسلامی انقلاب کے ابتدائی دور میں ۔ دو بنیادی نعرے بلند کئے۔ آپ نے کہا: اے مسلمانو متحد ہو جاؤ' اسکے بعد آپؒ نے صدا بلند کی کہ: اے مستضعفین عالم متحد ہو جاؤ۔

امام خمینیؒ' اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ اسلام اور مسلمان اس وقت تک طاقتور نہیں ہو سکیں گے جب تک ایک دوسرے کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد قائم نہ ہو جائے اور وہ کفر و استکبار کے خلاف ایک مشترکہ موقف کے ساتھ نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ اسی طرح مستضعفین بھی اس وقت تک مستکبرین کے خلاف نہ اٹھ سکیں گے اور انہیں شکست و ہزیمت سے دوچار نہ کر سکیں گے جب تک وہ استکبار کے خلاف متحد ہو کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہ بن جائیں۔ کیونکہ مادی لحاظ سے اقتصادی' سیاسی اور عسکری میدانوں میں مستکبرین بہت زیادہ قوت و طاقت کے حامل ہیں' لہٰذا مستضعفین ان پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ وہ اپنے مطلوبہ نتائج صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب وہ اپنی تمام طاقتوں کو یکجا کر کے' ایک متحدہ محاذ تشکیل دے لیں۔

خداوند عالم ہمارے لئے کائنات کی ایک سنت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس قوم کو بھی اس سے پہلے ایسی ہی تکلیف ہو چکی ہے اور ہم تو دنوں (شکست و کامیابی) کو لوگوں کے درمیان الٹتے پلٹتے رہتے ہیں۔ سورہ آل عمران ۳- آیت ۱۴۰) اسی مضمون کو ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرماتا ہے کہ: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ' (پیغمبر آپ کہئے کہ بارالہا! تو صاحب اقتدار ہے' جب بھی' جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے' جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

سارا خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے۔ سورۂ آل عمران ۳-آیت ۲۶)

لہٰذا انسانی دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی کوئی ہمیشہ ہمیش کے لئے طاقتور رہتا ہے اور نہ ہی کوئی دائما کمزور۔ کیونکہ اگر ضعیف اور کمزور قدرت و طاقت کے وسائل حاصل کرلے' تو مستقبل میں اس کا طاقتور بن جانا ممکن ہے۔ اور اگر طاقتور کے حالات بدل جائیں تو ممکن ہے قوی اور قدرتمند افراد ضعیف اور کمزور ہو جائیں۔ ہم بہت سی ایسی اقوام سے واقف ہیں جو کل تک کمزور تھیں اور آج ایک بڑی طاقت بن چکی ہیں۔ یہودیوں ہی کو دیکھ لیجئے' وہ ہمارے دشمن ہیں: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ (آپ دیکھیں گے کہ صاحبان ایمان کے خلاف سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہود ہیں۔ سورۂ مائدہ ۵-آیت ۸۲)۔

ماضی میں یہودی پوری دنیا میں منتشر تھے۔ امریکہ اور یورپ کی ہوٹلوں اور دفاتر میں لکھا ہوا ہوتا تھا کہ: کتے اور یہودی کا داخلہ منع ہے۔ لیکن آج آپ یہودیوں کو دیکھئے' وہ خطے اور پوری دنیا میں ایک سیاسی' اقتصادی' ابلاغی اور عسکری قوت بن چکے ہیں۔ برطانیہ کو دیکھئے' ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کے عشرے میں سمندروں پر اسکی حکمرانی تھی۔ لیکن آج برطانیہ کی وہ طاقت کہاں ہے؟ اگرچہ برطانیہ کی قوت مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی ہے لیکن اس وقت وہ ایک چوتھے درجے کی طاقت بن چکا ہے۔

دوستو! ہمیں طاقتوروں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیک دینے چاہئیں۔ ہمیں اس بنیاد پر کام کرنا چاہئے کہ اپنی کمزوریوں کو اٹھائے نہ پھریں' اس طرح ہم اپنی ایک کمزوری میں اور کمزوریوں کا اضافہ کرلیں گے۔

ذرا جنگ خیبر کے میدان میں آیئے۔ وہاں حضرت علیؑ کا کردار دیکھئے۔ جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے پہلے (قلعۂ خیبر پر) حملہ کیا ان کو ذہن میں لایئے۔ حضرت علیؑ سے پہلے پیغمبر اسلامؐ نے' لشکر کا علم اپنے ایک صحابی کے سپرد کیا۔ وہ صحابی ناکام واپس آ گئے۔ حملہ کرتے وقت وہ اپنے ساتھیوں کو ڈراتے تھے اور ان کے ساتھی انہیں خوفزدہ کرتے تھے۔ اسکے بعد آنحضرتؐ نے پرچم اسلام ایک اور صاحب کے حوالے کیا' وہ بھی نامراد واپس آ گئے اور اسی طرح ہوا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو ڈراتے تھے اور سپاہی انہیں ڈراتے تھے۔ سب کا یہ خیال تھا کہ قلعۂ خیبر فتح نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مقابلے پر ٹھہرا نہیں جاسکتا۔ ایک روز پیغمبرؐ نے فرمایا: لا عطین الرایة غداً رجل یحب اللہ و رسولہ' و یحبه اللہ و رسولہ (کل میں علم

اس شخص کے حوالے کروں گا' جو خدا اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اسکا رسول اس سے محبت کرتے ہیں)۔ کل علم ایک ایسے شخص کو دوں گا' جس کے پورے وجود میں دین رچا بسا ہوا ہے' وہ دین پر مضبوط عقیدہ رکھتا ہے' اس سے عشق رکھتا ہے' ذرہ برابر حب دنیا جس میں موجود نہیں۔ وہ شخص جو خدا اور اسکے رسول کے عشق سے مالا مال ہے' جس نے خدا اور اسکے رسول کی راہ میں اپنی جان فروخت کردی ہے۔ اس کے لئے کوئی بڑے سے بڑا معرکہ مسئلہ ہی نہیں۔ جو کئی بار کہہ چکا ہے کہ: مجھے اس بات کی پروانہیں کہ میں موت پر جا پڑوں یا موت مجھ پر آپڑے۔ وہ شخص جس سے خدا اور اسکا رسول محبت کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ اور اسکا رسولؐ خوب جانتے ہیں کہ علیؑ صرف اور صرف اسلام کے عاشق ہیں۔ اُن کا پورا وجود خدا اور اس کے رسولؐ کے عشق سے سرشار ہے۔ وہ پے در پے حملہ کرے گا' راہِ فرار اختیار نہیں کرے گا اور خدا اس کے ہاتھوں (یہ قلعہ) فتح کرے گا۔

اسلام' علیؑ کے ذریعے فتح و نصرت سے ہمکنار ہوا' وہ علیؑ جنہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی ضعف اور کمزوری کو اپنے قریب نہ آنے دیا' انہوں نے اپنی باطنی اور الٰہی قوت و طاقت سے کام لے کر قلعۂ خیبر فتح کیا۔

امام علیؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ما خلعت باب خیبر بقوۃ جسدیۃ او بشریۃ' ولکنی خلعتھا بقوۃ ربانیۃ (درِ خیبر کو میں نے اپنی جسمانی اور بشری طاقت سے نہیں توڑا بلکہ الٰہی قدرت سے یہ کام کیا)

ہمیں چاہئے کہ اپنے اندر للّٰہیت پیدا کریں

دوستو! اگر خدا کے ساتھ ہمارا رشتہ مضبوط ہو تو ہم اس سے قوت حاصل کرسکتے ہیں: اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (جب انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ رنج نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے' پھر اپنی طرف سے اپنے پیغمبر پر سکون نازل کردیا اور ان کی تائید ان لشکروں سے کردی جنہیں تم نہ دیکھ سکے' اور اللہ ہی نے کفار کے کلمے کو پست بنا دیا ہے اور اللہ کا کلمہ درحقیقت بہت بلند ہے۔ سورۂ توبہ ۹- آیت ۴۰) یہ اس حال میں تھا کہ مشرکین ان سے صرف چند قدم کے فاصلے پر موجود تھے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائی دور کے مسلمان، اپنے مضبوط ایمان اور اللہ رب العزت نے ان کے ایمان میں جو قوت دی تھی انکی بدولت رسول گرامی اسلام کی قیادت اور معیت میں اتنی طاقت وقدرت حاصل کرتے ہیں۔

"اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۔ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔"

"یہ وہ ایمان والے ہیں کہ جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے خلاف عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا حامی و مددگار ہے۔ پس (یہ مجاہدین) خدا کے فضل وکرم سے یوں پلٹ آئے کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے رضائے الٰہی کا اتباع کیا اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔ درحقیقت یہ شیطان ہے جو اپنے چاہنے والوں کو ڈراتا ہے لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور اگر مومن ہو تو مجھ سے ڈرو۔"

(سورۂ آل عمران ۳- آیت ۱۷۳ تا ۱۷۵)

اس دور کے مسلمانوں کے اس اطمینان اور بے خوفی کا سبب خداوند عالم کی ذات پر ان کا مضبوط ایمان تھا۔ ان کی اس طاقت وقوت نے انہیں سرکش اور باغی نہیں بنایا بلکہ یہ خداوند عالم کے سامنے ان کی تواضع اور انکساری میں اضافے کا باعث بنی۔

امام زمانہ کی ہمراہی میں ہمارا سفر ان کے مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے جاری ہے۔ ہم ان کے ظہور کے منتظر ہیں اور اس میں تعجیل کیلئے بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہیں۔ ہم خدا کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے منتظر ہیں۔ ان کے منتظر ہیں اور درگاہ الٰہی سے قوت و طاقت کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔ اور اس جدوجہد میں مصروف ہیں جس کے نتیجے میں خواہ دس فیصد ہی سہی ہمیں کامیابی حاصل ہو، تا کہ ہماری آنے والی نسلیں مزید کامیابیاں حاصل کریں۔ کیونکہ کامیابی کا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب تمام نسلیں اسے لئے

جدوجہد کریں۔ اگرچہ ہم آج اپنی چشم سر سے امام زمانہ کو نہیں دیکھ رہے لیکن آپ کے معنوی اور مکتبی وجود کو آج، کل اور آئندہ آنے والے زمانوں میں محسوس کریں گے۔ اور ان کے مقاصد کیلئے، زمانی اور مکانی حالات کے پیش نظر ان کے مددگار بنیں گے۔

دوستو! صرف ماہِ مبارک رمضان ہی میں نہیں، بلکہ ہمیشہ یہ دعا ہمارے لبوں پر ہونی چاہئے کہ:

"اللھم انا نرغب الیک فی دولة کریمة تعزبھا الاسلام واھلہ، وتذل بھا النفاق واھلہ، وتجعلنا فیھا من الدعاة الی طاعتک والقادة الی سبیلک، وترزقنا بھا کرامة الدنیا والآخرة۔"

"اے اللہ! ہم پوری پوری توجہ کے ساتھ ایک اچھی بڑی حکومت کے سلسلے میں تجھ سے آس لگائے بیٹھے ہیں، ایک ایسی حکومت جس کے ذریعے تو اسلام اور مسلمانوں کو عزت و شوکت فراہم کرے، جس کے ذریعے تو نفاق اور منافقوں کو ذلیل و خوار کردے، جس میں تو ہمیں اپنی اطاعت کے سلسلے میں دعوت دینے والا اور اپنی راہ کی جانب رہنمائی کرنے والا بنادے، اور جس کے ذریعے تو ہمیں دنیا اور آخرت کی فضیلتیں عطا کردے۔"

(ماخوذ از دعائے افتتاح)

بارالٰہا! امام زمانہ کے ظہور میں تعجیل فرما، ان کے قیام کو آسان فرما، اور ہمیں ان کے مددگاروں، پیروکاروں اور ان کی رکاب میں شہید ہونے والوں میں شامل فرما۔

والحمدللہ رب العالمین

سوالات

۱۔ زمانہ غیبت میں کون سا عمل اہمیت کا حامل ہے؟

الف)۔ امام زمانہ کی یاد میں آنسو بہانا۔

ب)۔ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارنا۔

ج)۔ علامات ظہور کے بارے میں لکھی گئی کتب کا مطالعہ کرنا۔

۲۔ اہل بیت کی نسبت سے ہماری ذمے داری یہ بھی ہے کہ:

الف)۔ ہم اہل بیت کی پیروی کریں اور ان سے وابستہ رہیں۔

ب)۔ ہم صرف ان سے محبت وعقیدت کا والہانہ اظہار کریں۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۳۔ ہمیں اسلام پر پابند رہنے کے لیے:

الف)۔ پورے قرآن پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

ب)۔ صرف امام زمانہ کا انتظار کرنا چاہیے کیونکہ وہی پورے قرآن پر عمل کریں گے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۴۔ وہ کونسا عمل ہے جو ہم نے اہل بیت کے بارے میں اب تک انجام نہیں دیا؟

الف)۔ انکے ترجیحی اسلوب ان کے سیاسی اور اخلاقی خطوط اور ان کی طرف سے تاکید کردہ اصول و اقدار کی معرفت۔

ب)۔ انکی کرامات اور ان کے فضائل ومصائب کا بیان۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۵۔ قرآن کریم کے مطابق کونسے لوگ کامیاب ہیں؟

الف)۔ جو کثرت سے مستحب نمازیں، ذکر اور دعائیں پڑھتے ہیں اور کسی کے اچھے برے میں دخل اندازی نہیں کرتے۔

ب)۔ جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۶۔ ہم نے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا؟

الف)۔ ان کے غم میں گریہ اور خوشی میں جشن منانے پر اکتفا کیا۔

ب)۔ انہیں اپنے اذہان تک محدود رکھا۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۷۔ "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر" سے مراد یہ ہے کہ:

الف)۔ امام معصوم کی قیادت میں ایک گروہ ہونا چاہیے جو خیر و نیکی کی طرف دعوت دے۔

ب)۔ ہم میں ایک منظم گروہ اور جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر و نیکی کی طرف دعوت دے۔

ج)۔ اس سے مراد امام مہدیؑ کے خاص اصحاب پر مشتمل وہ گروہ ہے جو دنیا کو نیکی کی دعوت دے گا۔

۸۔ رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰؑ سے محبت کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ:

الف)۔ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلا جائے۔

ب)۔ انکی سیرت پر عمل کیا جائے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۹۔ ہم کس طرح ائمہ طاہرینؑ کی ولایت تک پہنچ سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں امام محمد باقرؑ نے کیا فرمایا ہے؟

الف)۔ نیک عمل اور پرہیزگاری کے ذریعے۔

ب)۔ ائمہ طاہرینؑ کی محبت کا زبانی دم بھرکے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۰۔ خداوند عالم کے نزدیک سب سے محبوب شخص وہ ہے جو:

الف)۔ گاہ بگاہ اپنے مومن ہونے پر فخر کا اظہار کرتا ہو۔

ب)۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب سے آگے ہو۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۱۔ اسلام کی راہ پر چلنے سے کیا مراد ہے؟

الف)۔ اسے سمجھنا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینا۔

ب)۔ اسے سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا اور صرف اپنی عاقبت کی فکر کرنا۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں خداوند عالم سے تقرب کا واحد وسیلہ کیا ہے؟

الف)۔ ملاقات امام زمانہؑ کے لئے مختلف اعمال انجام دینا۔

ب)۔ خداوند عالم کی اطاعت۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۳۔ آیات قرآنی کی رو سے' اللہ تعالی ہم سے چاہتا ہے کہ:

الف)۔ ہم' دوسروں کی اصلاح سے لاتعلق رہ کر صرف اپنی عاقبت بہتر بنانے کیلئے کوشاں رہیں۔

ب)۔ صرف نماز' روزہ اور دوسرے اہم واجبات کی ادائیگی پر توجہ مرکوز رکھیں۔

ج)۔ اصلاح معاشرہ اور محروم ومظلوم افراد کی نجات کیلئے جدوجہد کریں۔

۱۴۔ استکبار اور تسلط طلبی کا مسئلہ ایک باہم مربوط مسئلہ ہے' لہذا:

الف)۔ ایک جگہ استکبار کا قوت حاصل کرنا' دوسری جگہ اس کے قوی ہونے کا باعث بنتا ہے۔

ب)۔ ایک جگہ استکبار کا قوی ہونا دوسری جگہ اس کے ضعیف ہونے کا سبب بنتا ہے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۵۔ ہمیں کیا کام کرنا چاہئے؟

الف)۔ زمینی حقائق کو دیکھتے ہوئے اپنی کمزوری وناتوانی سے سمجھوتہ کرکے بشریت کے نجات دہندہ حضرت ولی عصر (عج) کے ظہور کے لئے خلوص دل سے دعا کرنا چاہئے۔

ب)۔ زمینی حقائق کو نظر میں رکھتے ہوئے اور ان سے مرعوب ہوئے بغیر اپنی ناتوانی سے سمجھوتہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اپنی قوت وتوانائی کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ج)۔ کمزوری وناتوانی' قوت وتوانائی اور زمینی حقائق جیسے مسائل میں پڑنے کی بجائے دعا ونماز اور توسل ومناجات جیسے اعمال میں مصروف رہنا چاہئے۔

۱۶۔ ایک سچا مسلمان' بے انصافی اور ظلم کے مقابل چین سے نہیں بیٹھ سکتا' حتیٰ اگر:

الف)۔ یہ ظلم دنیا کے کسی بھی حصے میں زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں پر ہی کیوں نہ ہو۔

ب)۔ یہ ظلم کافروں پر ہی کیوں نہ ہو۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۷۔ امیر المومنین علیہ السلام نے باب خیبر کو خداوند عالم کی عطا کی ہوئی طاقت سے اکھاڑا' یہ طاقت آپ کو اس لئے ملی تھی کہ:

الف)۔ آپؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور چچازاد بھائی تھے۔

ب)۔ آپؑ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور خدا اور رسول آپ کو دوست رکھتے تھے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۱۸۔ رسولِ گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کے مسلمان کس وجہ سے دشمنانِ اسلام کی قدرت سے خوفزدہ نہیں ہوتے تھے۔

الف)۔ اللہ تعالیٰ پر مضبوط ایمان کی وجہ سے۔

ب)۔ رسول اللہؐ کے معجزات کی وجہ سے۔

ج)۔ دونوں وجوہات کی بنا پر۔

۱۹۔ دشمن کی کثرت کا خوف دلائے جانے پر رسول اللہؐ کے دور کے مومنین کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا اور وہ کہتے تھے کہ

الف)۔ ہمارے لئے مسلمان ہونا ہی کافی ہے۔ ہم سب ایک قوم ہیں۔

ب)۔ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا حامی و مددگار ہے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

۲۰۔ دعاؤں کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جدوجہد بھی کرنی چاہئے کیونکہ

الف)۔ اسلام اور مسلمانوں کی عزت و شوکت کا دارومدار اسی حکومت پر ہے۔

ب)۔ دشمنانِ اسلام کی ذلت و خواری بھی اسی صورت میں ممکن ہے۔

ج)۔ الف اور ب دونوں درست ہیں۔

....☆....☆....☆....

دانشگاہِ امام صادقؑ
پوسٹ بکس نمبر: ۲۱۳۵۔ کراچی ۷۴۶۰۰

خوبصورت علمی، فکری، دینی مضامین سے سجا ایک معیاری مجلّہ

دوماہی

رسالت

کراچی

درسِ قرآن، فرامینِ معصومینؑ، تفسیرِ قرآن، سیرتِ اہل بیت
اور عقائد و اخلاق کے موضوعات پر مستند علمائے کرام کی نگارشات،
اسکے علاوہ حالاتِ حاضرہ پر تبصرے اور رہنما تحریریں۔

سالانہ زرِ رکنیت مبلغ ۷۵ روپے صرف

بلا قیمت نمونے کی کاپی کیلئے درج ذیل پتے پر خط تحریر کیجئے

مدیر دوماہی رسالت: ایف ۴۲ - رضویہ سوسائٹی کراچی ۷۴۶۰۰

رجسٹریشن فارم

(زمانۂ غیبت میں ہماری ذمے داری)

نام ______________ ولدیت ______________

عمر ______________ تعلیمی قابلیت ______________

مکمل پتا ______________________________

______________ ای میل ایڈریس ______________

دیگر مشاغل ______________________________

____

اگر آپ نے اس سے پہلے ہمارے منعقد کردہ کسی مقابلے میں شرکت کی ہے تو اس مقابلے کا عنوان یا اس میں اپنا رجسٹریشن نمبر لکھیے۔

دستخط

جواب نامہ

سوال نمبر	جوابات			سوال نمبر	جوابات		
	الف	ب	ج		الف	ب	ج
۱				۱۱			
۲				۱۲			
۳				۱۳			
۴				۱۴			
۵				۱۵			
۶				۱۶			
۷				۱۷			
۸				۱۸			
۹				۱۹			
۱۰				۲۰			